مذہب اور سائنس کے تصادم کا تاریخی پس منظر

پروفیسر سلیم چشتی

جب تین صدی قبل مسیح میں سکندریہ علمی دنیا کا مرکز قرار پایا تو حکماء، علماء، سائنس دان، فلاسفر اور اہلِ مذہب سب وہاں جمع ہو گئے اور حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے وقت یہ شہر فی الحقیقت علم و فضل کا مرکز بن گیا تھا۔ ہر طرف علم کے چشمے اُبل رہے تھے اور وہی کیفیت نظر آتی تھی جو آج آکسفورڈ یا کیمبرج میں نظر آتی ہے۔

الہامی مذاہب کے ماننے والوں میں صرف یہودی یہاں آباد تھے۔ ان کا سربرآوردہ عالم اس زمانہ میں حکیم فایلو تھا۔ اس نے جب اپنے چاروں طرف علمی چرچا دیکھا تو قدرتی طور پر اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہودیت کو اہلِ علم میں مقبول و محبوب بنانے کے لیے اسے اس زمانہ کے فلسفہ اور حکمت کے مطابق ثابت کیا جائے۔ چنانچہ اس بزرگ نے توریت کی تفسیر اس طریق پر لکھی کہ اس کے جملہ مسائل کو اس زمانہ کے فلسفہ کے مطابق ثابت کیا۔ اور جو باتیں فلسفہ کے مطابق ثابت نہ ہو سکیں، انہیں توڑ مروڑ کے مطابق بنایا۔ اور جو مسائل فلسفہ میں موجود تھے لیکن توریت میں موجود نہ تھے، ان کو توریت پر چسپاں کر دیا گیا۔ مثلاً توریت میں لکھا ہوا ہے کہ خدا نے آدم سے پوچھا ؟" تو کہاں ہے ؟ اس پر فلسفیانہ اعتراضات وارد ہوتے تھے۔ فایلو نے ایسی ایسی تاویلات کیں کہ بایدوشاید، جس طرح ہو سکا۔ اس قسم کے بیانات کو عقل کے مطابق کیا۔ قصۂ آدم میں سانپ پر اعتراض ہوتے تھے۔ فایلو نے سانپ کا انکار کر دیا۔ طوفانِ نوح پر اعتراض ہوتے تھے، فایلو نے توریت اور عہدِ عتیق کی آیات کا انکار کر دیا یا اس طرح تاویل کی کہ کتاب کا مطلب فوت ہو جائے

کتاب کے بیان کی صورت مسخ ہو جائے۔ منشائے متکلم فوت ہو جائے، خواہ کچھ ہو مگر فلسفۂ یونان سے مطابقت پیدا ہو جائے۔

اسی طرح عقلِ اول کا مسئلہ توریت میں مذکور نہیں، لیکن فلسفۂ یونان کی عمارت کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس لیے حضرت موصوف نے لفظ "حکمت" (wisdom) کو جو عہدِ عتیق میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے، عقلِ اول کا ہم پلہ یا مرادف بنا دیا اور کہا کہ خدا نے سب سے پہلے حکمت پیدا کی۔ حکمت نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ ان دو مثالوں سے ناظرین کو معلوم ہو سکتا ہے کہ فائلو نے یہی نہیں کیا کہ تاویلاتِ رکیکہ کی بدولت مذہب کو بازیچۂ اطفال بنا دیا بلکہ ایک ایسی بری رسم کی بنیاد ڈال دی جس نے آگے چل کر نہایت مضر اور خوفناک نتائج پیدا کیے۔ اگر فائلو فی الحقیقت عقل مند ہوتا تو سوچتا کہ توریت میرے خیال کے مطابق خدا کا کلام ہے اور فلسفہ ان لوگوں کے خیالات کا مجموعہ ہے جو مثل میرے غیر معصوم اور ناقص العقل ہیں، اس لیے توریت کو فلسفہ کی صداقت کا معیار قرار دینا چاہیئے نہ کہ یہ کہ فلسفہ کو توریت کی صداقت کا معیار بنایا جائے۔ اگر خدا نے "عقلِ اول" کا ذکر توریت میں نہیں کیا تھا تو فائلو کو ہرگز لازم نہ تھا کہ وہ کھینچ تان کر توریت سے "عقلِ اول" کا وجود ثابت کرتا۔

بہرحال آگے چل کر سہ

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثریا مے رود دیوار کج

والا مضمون ہو گیا۔ جب مسیحیت کو فلسفہ سے دوچار ہونا پڑا تو اس کے حامیوں نے بھی فائلو ہی کی تقلید کی اور یوحنا نے تو اپنی انجیل کا آغاز ہی "عقلِ اول" سے کیا ہے۔ لیکن جب ۵۲۹ء میں جسٹینن قیصر روم نے فلسفہ کی شمع گل کر دی، تو تطبیق کا بازار بھی سرد پڑ گیا۔

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا۔ جب تک اسلام عرب کی سرزمین میں محدود رہا۔ فلسفہ اور حکمت سے مطابقت کی ضرورت پیدا نہیں ہوئی کیونکہ عرب فلسفیانہ بحثوں کے خوگر نہ تھے، لیکن جب وہ عجمی قوموں میں شائع ہوا اور یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابی اس کے حلقہ بگوش ہوئے تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اس سیدھے سادے عملی مذہب کا دامن بھی فلسفہ کے کانٹوں میں

الجھا دیا۔ نویں صدی میں اسکندریہ کی جگہ بغداد نے لے لی۔ اور یہاں فلسفہ و حکمت کا بازار گرم ہوا۔ مسلمانوں نے بھی اسلام اور فلسفۂ یونان میں تطبیق کا کام شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسپین میں قرطبہ اور غرناطہ کی خاک سے مسلمان علماء پیدا ہوئے جن کا سرتاج قاضی ابن رُشد ہے جو ارسطو کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہے۔ اس نے مذہب اور فلسفہ یا نقل اور عقل میں تطبیق کا بیڑہ اٹھایا اور بہت کچھ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اس فیلسوف نے ارسطو کے فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں سارا زورِ طبع صرف کر دیا اور اس میں مبالغہ ہے نہ شک کہ یورپ کو ارسطو کے فلسفہ سے روشناس کرنے کا سہرا اسی کے سر پہ ہے۔

بارھویں صدی عیسوی میں، جبکہ پوپ آف روم یورپ پر بلا شرکت غیرے حکمرانی کر رہا تھا، مسیحی علمائ نے ابن رُشد کے خیالات اور طریقِ کار سے متاثر ہو کر مسیحیت اور ارسطو کے فلسفہ میں تطبیق کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تیرھویں صدی میں ٹامس ایکوئیناس پیدا ہوا جو مسیحی علمائے ازمنہ وسطیٰ کا سرتاج سمجھا جاتا ہے۔ اس کی بدولت مسیحی یورپ میں، فلسفۂ ارسطو کے مطالعہ کا چرچا ہوا۔ اور جو شمع ۵۲۹ء میں گُل کی گئی تھی وہ سات سو برس کے بعد پھر روشن ہو گئی۔

واضح ہو کہ ترویجِ فلسفہ سے پہلے یورپ میں صرف مذہبی طبقہ فلسفہ و حکمت پڑھتا تھا لیکن جب یورپ میں فلسفہ اور حکمت کا دور شروع ہوا، تو ایسے عالم بھی پیدا ہونے لگے جو کلیسائی اصطلاح میں "دنیاوی" تھے۔ ان لوگوں نے کلیسائی عقاید پر اعتراض کا سلسلہ شروع کیا۔ کلیسا کے پاس ان اعتراضات کا جواب نہ تھا۔ کیونکہ کلیسا نے خلافِ عقل عقاید کو مدارِ نجات قرار دیا تھا، لہذا حامیانِ مذہب نے حامیانِ سائنس کی مخالفت کرنی شروع کر دی۔ کیپلر، کاپرنیکس، گلیلیو اور برونو نے سولھویں صدی میں جس قدر نظریات اور حقائق یورپ میں شائع کیے، انہیں دراصل مذہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن کلیسائے روم، جو انسانی جسم اور عقل دونوں پر حکمران تھی، کب پسند کر سکتی تھی کہ لوگ عقل سے کام لیں۔ علاوہ بریں کلیسا کے ارکان یعنی پادریوں نے اپنی غلطی سے ہیئت، نجوم، فلسفہ، منطق، طب، اقلیدس، طبیعیات، کیمیا اور جغرافیہ سب کو بائبل میں داخل کر لیا تھا۔ اس لیے ان کے زاویۂ نگاہ سے وہی جغرافیائی اور کیمیاوی تحقیقات صحیح ہو سکتی تھی جو اُن کے زاویہ سے، بائبل کی یا کلیسا کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ جب برونو نے کاپرنیکس کے نظریہ کی، کہ زمین

سورج کے گرد حرکت کرتی ہے، تائید کی تو پادریوں نے اس مسئلہ کی مخالفت کی کہ یہ بات بائبل یا مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جو لوگ سائنس کے دل دادہ تھے انہوں نے کہا کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" اگر تمہاری بائبل یا تمہارا مذہب حقائق و معارف کی تردید کرتا ہے تو وہ خود لائق اعتماد نہیں۔ اگر آج ہم تمہاری یہ بات مان لیں تو کل تم ہم سے کہو گے کہ دو اور دو چار نہیں ہوتے بلکہ تین ہوتے ہیں، تو کیا تمہاری بائبل کے پیچھے ہم ریاضی، سائنس اور دیگر علوم کے حقائق سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ہم نے اپنی عقل کلیسا کے ہاتھ فروخت نہیں کی ہے۔ اگر اکتشافات علمیہ جن کی صحت بدلائل عقلیہ اور مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے، تمہارے مذہبی معتقدات کے خلاف ہیں تو تمہارے معتقدات غلط ہیں، اور ہم انہیں داستان پاستان سمجھتے ہیں اور وہ مذہب جو عقل کی مخالفت کرے، صرف احمقوں کے لیئے ہے۔ دانش مندوں کا اسے دور ہی سے سلام ہے۔ پادری لوگ اپنی ضد پر قائم رہے، ارباب سائنس نے حماقت کو اپنا شعار بنانا پسند نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیت اور سائنس میں جنگ شروع ہو گئی۔

القصہ پادریوں نے برونو سے کہا کہ زمین کو متحرک کہنا صریح کلمۂ کفر ہے توبہ کرو۔ برونو نے جواب دیا۔ ع یہ وہ نشہ نہیں ہے جسے ترشی اتار دے

حضرت مسیح کے رحم دل جانشینوں نے حکم صادر کیا کہ برونو کو اس طرح قتل کیا جائے کہ اس کے خون کا قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے!!! اللہ اللہ یہ لوگ کیسے رحم دل تھے، اب شاید ہی ایسے پاک نفس لوگ پیدا ہوں!!!

اگر چھٹی صدی سے سولھویں صدی تک پادریوں نے بے گناہ انسانوں کا خون نہیں بہایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان میں رحم دلی پیدا ہو گئی تھی بلکہ ۵۲۹ء میں فلسفہ کی تعلیم جرم قرار دے دی گئی تھی۔ نہ بانس باقی رہا نہ بانسری بجی۔ ورنہ اس سے پہلے "مقدس" سرل نے معصوم اور بے گناہ ہائی پیشیا کو اسی بے دردی کے ساتھ ذبح کرایا تھا کہ غالباً حضرت یسوع مسیح بھی لرزہ براندام ہو گئے ہوں گے۔

بہر حال برونو نے جان دے کر اعلانِ جنگ کو مسلّم کر دیا۔ اب سائنس دانوں کے لیے دو ہی راستے تھے یا مذہب کو اختیار کر کے عقل و حکمت کو خیرباد کہہ دیں یا عقل و حکمت کو اختیار کر کے "مذہب" سے

دست بردار ہو جائیں۔ انہوں نے وہی کیا جو ایک عقل مند آدمی کو کرنا چاہیئے۔ جو مذہب عقل کا مخالف ہو وہ مذہب نہیں ڈھکوسلا ہے۔

چونکہ مغرب میں مذہب سے مراد عیسائی مذہب لی جاتی تھی اور عیسائی مذہب یا کلیسائے روم کی تعلیمات عقل کی مخالف تھیں اس لیے ارباب سائنس "مذہب" ہی سے بدظن ہو گئے۔

سائنس اور مذہب کے مابین جنگ وجدل کا سبب بیان کرنے کے بعد، میں ان پادریوں پر اظہارِ افسوس کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا جنھوں نے اپنے متعصبانہ اور جاہلانہ طرزِ عمل سے مذہب اور سائنس میں نزاع پیدا کر دی۔ یہ کوئی اُن عقل کے ٹھیکہ داروں سے پوچھے کہ زمین کے گول یا چپٹے ہونے کو، سورج کے ساکن یا متحرک ہونے کو، سمندر میں مد وجزر آنے کو، بائبل یا مذہب سے کیا تعلق ہے؟ اور اگر بائبل سے تعلق ہو بھی، تو مذہب سے کیا تعلق ہے؟ کیا بائبل ہیئت یا فلکیات یا طبیعیات یا جغرافیہ کی کوئی کتاب ہے؟

اگر یہ پادری لوگ سائنس کی بے جا اور بے ہودہ مخالفت نہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ اوّل تو جس قدر خون ریزی ہوئی وہ نہ ہوتی، دوسرے ہم تہذیب وتمدن کے لحاظ سے ایک ہزار سال آگے ہوتے، تیسرے مذہب اور سائنس دونوں ایک دوسرے کے دوست ہوتے اور اس طرح اجتماعی زندگی زیادہ پُر لطف اور معنی خیز ہوتی۔

ایک زمانے میں ہمارے اکثر علماء بھی سائنس کی مخالفت میں پادریوں سے پیچھے نہیں تھے۔ ان بزرگوں نے بھی قرآن مجید کو شاید جغرافیہ، ریاضی، کیمیا، فلکیات کی کوئی کتاب سمجھا تھا، جو بغیر سوچے سمجھے سائنس کی مخالفت کرتے رہے۔ سائنس، حکمت اور فلسفہ وغیرہ کی درس وتدریس کو گناہ سمجھتے رہے۔ اور علم کو طب اور دینیات ہی میں محدود سمجھا۔ اور اگر معقولات کی اجازت دی تو صرف فلسفہ مشائین کی۔ اور آج بیسویں صدی میں بھی ارسطو ہی کا فلسفہ پڑھ رہے ہیں یعنی موٹر کا مقابلہ چھکڑے سے کر رہے ہیں۔

جب سر سید علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کو سائنس کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور ایک زرّین اصول پیش کیا کہ عقل اور نقل میں مخالفت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ قرآن خدا کا کلام ہے اور فطرت اور مظاہر فطرت خدا کا فعل ہے

اور عقل مند آدمی کے قول اور فعل میں تطابق ہونا ضروری ہے اس لیے سائنس اور مذہب میں کوئی مخالفت نہیں تو انہوں نے (اللہ ان پر رحم فرمائے) اس قدر شور مچایا کہ آسمان سر پر اٹھا لیا اور غریب سرسید کو "نیچری" کہنا شروع کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ بیسویں صدی کے برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اب اس خیال کے علماء کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں۔ غالباً کچھ عرصہ کے بعد سرسید بھی امام غزالی اور امام رازی کی طرح "رحمتہ اللہ علیہ" ہو جائیں گے۔ یہ میں نے اس لیے لکھا ہے کہ اپنے زمانہ میں ان دونوں حضرات پر کفر کے فتوے لگ چکے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب بیسویں صدی میں ارباب دانش پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ مذہب اور سائنس میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ سائنس کا کام مظاہر فطرت کا مطالعہ کرنا اور اس کی مدد سے قوانین اور اصول مرتب کرنا ہے۔ اس سے آگے بڑھنا نہ اس کے لیے موزوں ہے نہ جائز۔ مذہب کا کام انسان کو "باخدا" بنانا ہے سائنس طبیعیات سے بحث کرتا ہے، مذہب مابعد الطبیعیات سے۔ مذہب ان حقائق کو پیش کرتا ہے جو سائنس کی دسترس سے بالاتر ہیں۔ سائنس بتاتا ہے کائنات کیا ہے، کن چیزوں سے مرکب ہے، پانی کیا ہے کن چیزوں سے مرکب ہے؟ مذہب بتاتا ہے خدا کیا ہے اس کی صفات کیا ہیں؟ نیکی کیا ہے، بدی کیا ہے؟ خدا تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ مذہب کا منصب نہیں کہ سائنس کے بیان کردہ اصولوں کو غلط یا صحیح قرار دے، سائنس کو یہ حق نہیں کہ مذہب کے پیش کردہ حقائق کی تکذیب یا تائید کرے۔ جہاں سائنس کی سرحد ختم ہو جاتی ہے وہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ پھر دونوں میں تصادم کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس طرح سائنس کے حیطہ اقتدار سے یہ بات باہر ہے کہ وہ محض اس بنا پر "خدا" کا انکار کر دے کہ خدا حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح مذہب کے دائرہ عمل سے یہ بات باہر ہے کہ وہ زمین کے گول ہونے سے محض اس لیے انکار کر دے کہ قرآن میں اس بات کا ذکر نہیں ہے۔ مذہب کو اس بات سے علاقہ نہیں کہ پانی کن اجزا سے مرکب ہے؟ اسی طرح سائنس اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ خدا ہے یا نہیں؟

مذہب روحانی تجارب کے مجموعہ یا سلسلہ کا نام ہے، سائنس مادی تجارب کے مجموعہ یا سلسلہ کا نام ہے، مذہب کا تعلق قلب سے ہے۔ سائنس کا تعلق دماغ سے ہے۔ دونوں اپنی اپنی قلمرو میں آزاد ہیں۔